

## مغرب میں بڑھتی ہوئی مسلم آبادی

رضی الدین سید<sup>o</sup>

مغرب ہمیں 'کم بچے خوش حال گھرانہ' کا سبق پڑھا رہا ہے۔ ہمارے حکمران اسے ترقی کے پھل ہر گھرتک پہنچانے کا نسخہ سمجھ کر بے سوچے سمجھے اس پر دل و جان سے عمل پیرا ہیں، لیکن خود مغرب کو جو قانونِ قدرت سے لڑنے میں ایک مدت گزار چکے ہیں اس کے کیا پھل مل رہے ہیں؟ اس نے ان کے اہل فکر کو پریشان کر رکھا ہے۔ اس پر مستزاد اس مسئلے میں مسلم عنصر کا دخل بھی ہے جس کی وجہ سے انھیں کافی ڈراؤنے خواب آرہے ہیں۔ معلوم نہیں کیا سمجھ کر خود ہی نائن ایون کیا، اور کیوں خود ہی اپنی رات کی نیندیں حرام کر لی ہیں۔ بے بنیاد افواہ پر بھی شہر کے شہرٹونے ہو سکتے ہیں۔ مل جل کر رہنے کے بجائے تصادم کا راستہ اپنایا، اب اسی کے نتائج کا سامنا کر رہے ہیں۔ ماتھس نے نظریہ پیش کیا، مغربی تہذیب نے اسے اپنا لیا۔ اس کے پیچھے یہودی ہاتھ بتایا جاتا ہے جس نے اس طرح عیسائی دنیا کو مسائل کا شکار کر دیا۔

تاریخ نے دیکھا ہے کہ تا تاریخوں کے قبولِ اسلام کے بعد کعبے کو صنم خانے سے پاسباں مل گئے، آج بھی یہ عمل دہرایا جاسکتا ہے اس لیے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ اگر آج مسلمان صرف رفتارِ پیدائش پر تکیہ نہ کریں، بلکہ عصر حاضر کے دعوتی تقاضوں کو کما حقہ پورا کریں، چیلنجوں کا ادراک کریں اور ان کا قرار واقعی مقابلہ کریں تو جو بات مغرب کے اہل فکر کچھ ڈور دیکھ رہے ہیں، اللہ اپنی مشیت سے اسے بہت جلدی برپا کر سکتا ہے۔ اگر غیر مسلم معاشرے مسلمان

---

o ڈائریکٹر، نیشنل اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ، کراچی

ہو جائیں تو ہمیں اور کیا چاہیے۔ ہمارے لشکر جب کہیں حملہ کرنے جاتے تھے تو پہلا آپشن یہی دیتے تھے۔ نئے تناظر میں سارا مغرب دارالذمہ ہے۔ ہم جو وہاں موجود ہیں، اسلام کے سچے داعی ہوں، اور ہم ۱۵۷۰ء سے ۲۰۱۰ء ممالک میں اسلامی معاشرہ قائم کر لیں، تو رسل و رسائل کی ترقی کی وجہ سے اس کے اثرات پریشان اور سکون سے محروم معاشروں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائیں گے۔ انسان اپنے فطری دین کی طرف پلٹ آئے گا۔

عیسائی مملکتوں میں آبادی آج اتنی گھٹ گئی ہے کہ وہاں خطرے کا الارم بج چکا ہے۔ دسیوں قسم کے خطرے وہاں کے حکمرانوں اور دانش وروں کو آئندہ محض چند برسوں میں پیش آتے نظر آ رہے ہیں۔ اسی حوالے سے بعض چونکا دینے والے حقائق قابل غور ہیں:

○ برطانوی ماہرین اپنے ملک میں خطرناک حد تک کم شرح پیدائش سے انتہائی پریشان ہیں (روزنامہ اسلام، کراچی، ۲۵ جنوری ۲۰۰۶ء) کیونکہ وہاں ملک چلانے کے لیے مطلوبہ افراد موجود نہیں ہیں۔

○ آئندہ تین عشروں میں (یعنی ۲۰۳۰ء تک) جاپان، یورپ اور امریکا میں بچوں کے چچا، ماموں اور پھوپھائیں ہوں گے بلکہ ان کے رشتے دار صرف دادا اور پردادا ہوں گے کیونکہ وہاں بچوں (بھائی بہنوں) کی پیدائش خطرناک حد تک گر گئی ہے۔ (معارف فیچر سروس، ۱۶ مئی ۲۰۰۱ء)

○ ۲۰۴۰ء تک برطانیہ میں عیسائی آبادی ۷۲ فی صد سے گھٹ کر صرف ۳۲ فی صد رہ جائے گی۔ (نوائے وقت، کراچی، ۶ ستمبر ۲۰۰۵ء)

○ جاپان کا معاشرہ اس وقت ایک ایسا معاشرہ ہے جو بچوں سے خالی ہے کیونکہ وہاں شرح پیدائش تیزی سے گر گئی ہے۔ جاپانی خواتین کی انجمنوں کا کہنا ہے کہ معاشرے کا عمومی رویہ بچے پیدا کرنے کے حق میں نہیں ہے۔ (نوائے وقت، کراچی، ۵ دسمبر ۲۰۰۶ء)

○ جاپان میں اگر بچوں کی شرح پیدائش موجودہ ۲۹ء کے حساب سے برقرار رہی تو ۳۳۰۰ء تک پوری جاپانی قوم دنیا سے ختم ہو جائے گی۔ (معارف فیچر سروس، کراچی، ۱۶ فروری ۲۰۰۶ء بحوالہ ٹائم میگزین، ۱۶ جنوری ۲۰۰۶ء)

- روس میں شرح پیدائش آج ۱۳ء ۰۳ ہے جب کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں یہ ۳۶۲ تھی۔  
(نیوزویک ۴ نومبر ۲۰۰۶ء)
- فرانس میں ایک خاتون پر بچوں کی اوسط تعداد آج ۱ء ۰۹ ہے جب کہ آبادی میں اضافے کے لیے اسے کم از کم ۲ء ۰۷ ہونا چاہیے۔ (معارف سروس فیچر، کراچی، ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء بحوالہ ٹائم میگزین ۳ اکتوبر ۲۰۰۵ء) گویا فرانس کی شرح پیدائش کو اس وقت موجودہ سے ڈیڑھ گنا ہونا چاہیے۔
- فرانس میں زیادہ بچے پیدا کرنے والی ماؤں کے لیے پرکشش مراعات کا اعلان کیا گیا ہے کیونکہ وہاں شرح پیدائش خطرناک حد تک گر گئی ہے جو شرح اموات سے بھی کم ہے۔  
(روزنامہ اسلام، کراچی، ۲۵ ستمبر ۲۰۰۵ء)
- آسٹریلیا میں بھی کم سن لڑکیوں کے حاملہ ہوجانے کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے اور بچے کی پیدائش پر انھیں بونس دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ پہلے انھیں ۲۱۰۰ امریکی ڈالر فی بچہ دیے جائیں گے جسے بڑھا کر بعد میں ۳۵۰۰ امریکی ڈالر کر دیا جائے گا۔ (نوائے وقت، کراچی، ۳۰ جون ۲۰۰۶ء)
- دنیا میں ۲۰۰۵ء تک ہر تین میں سے ایک فرد بوڑھا ہوگا۔ ۲۰۵۰ء تک جاپان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، یورپ اور جنوبی امریکا میں سالانہ ۱۰ لاکھ افراد کی کمی ہوگی جب کہ اس سال تک جاپان میں ۸۰ فی صد آبادی بوڑھوں پر مشتمل ہوگی۔ (روزنامہ عوام، کراچی، ۸ مارچ ۲۰۰۵ء بحوالہ رپورٹ اقوام متحدہ)
- چین کے ایک صوبے گوانگ ڈونگ میں حکومت نے فی خاندان ایک بچے کے حکم کی خلاف ورزی کے جرم میں خواتین کے ۲۰ ہزار حمل ضائع کروا دیے۔ (نوائے وقت، کراچی، ۱۷ اگست ۲۰۰۱ء)
- چین میں ایک بچے کی پالیسی کی وجہ سے لڑکیاں قتل کی جارہی ہیں۔ اندازہ ہے کہ ۲۰۲۰ء تک ۳۰ کروڑ چینی لڑکے اپنے لیے بیوی تلاش نہیں کر سکیں گے۔ (روزنامہ جسارت، ۳۰ مئی ۲۰۰۷ء)

آبادی میں کمی کے جو حقائق اُوپر بیان کیے گئے ہیں، آبادی منصوبہ بندی کا وہ صرف ایک پہلو ہیں۔ یعنی کام کرنے والے ہاتھوں کی شدید کمی۔ لیکن اس کا دوسرا پہلو بھی اہمیت کا حامل ہے وہ یہ کہ یورپ اور امریکا میں مقامی عیسائی آبادی کا تناسب تیزی سے کم اور مسلم آبادی کا تناسب تیزی سے زیادہ ہو رہا ہے۔ مغرب اس وقت افزائش نسل پر عمل پیرا نہیں ہے۔ اگرچہ تھیدا آبادی کا اثر مسلمانوں پر بھی پڑا ہے، لیکن اس کے باوجود ایک مسلم خاندان میں آج بھی تین چار بچے تو ہوتے ہی ہیں۔ یوں آبادی کا تناسب از خود مسلمانوں کے حق میں جا رہا ہے۔ دوسری طرف مغرب میں افرادِ کار کی شدید قلت کے باعث اسلامی ممالک سے مسلم نوجوانوں کی مغرب میں تیزی سے آمد کے باعث بھی وہاں مسلمانوں کی آبادی عیسائیوں سے بڑھ رہی ہے، یا کم از کم ان کے برابر آ رہی ہے۔ وہ اپنے ہاں مسلمانوں کی آمد کو روک نہیں سکتے کیونکہ انھیں اپنا کاروبار ریاست بھی چلانا ہے۔ یوں آبادی کے لحاظ سے وہ دوطرفہ دباؤ میں ہیں۔ وہاں کے دانش ور صحافی، پروفیسر اور حکمران سب واویلا مچا رہے ہیں کہ اگر آبادی کا تناسب اسی طرح التا رہا تو عیسائی خود اپنے ہی ممالک میں اقلیت بن کر رہ جائیں گے۔ ملاحظہ ہو:

- مشہور اطالوی صحافی خاتون اور یانا فلاسی نے اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ آئندہ ۲۰ برس کے اندر نصف درجن یورپی شہر ۳۰ تا ۴۰ فی صد مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کی ایک کالونی بن جائیں گے۔ اس نے کہا کہ اس کی اصل وجہ یورپ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔ (ڈان، کراچی، ۱۳ مارچ ۲۰۰۵ء)
- آج یورپی یونین کے اہم رکن فرانس میں مسلمانوں کی آبادی ۵۰ لاکھ (یعنی یورپ میں سب سے بڑی مسلم آبادی) اور جرمنی میں ۳۵ لاکھ ہے۔ آئندہ چند عشروں میں یورپ کے بڑے شہروں کے مسلم اکثریتی شہر بننے کا امکان ہے۔ (نوائے وقت، کراچی، ۱۹ جون ۲۰۰۵ء)
- یورپ میں اشاعتِ اسلام کی رفتار اگر یہی رہی تو آئندہ ۲۵ برسوں میں مسلمانوں کی تعداد وہاں ۶ کروڑ سے تجاوز کر جائے گی۔ (واضح رہے کہ اکثر یورپی ممالک کی آبادی بمشکل ۴۵ کروڑ ہے)۔ یورپی یونین میں ترکی کی شمولیت کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ اس کی مسلم آبادی بھی ہے جس کے باعث یورپی یونین کی مسلم آبادی عیسائی آبادی سے بڑھ

جائے گی۔ (جنگ، کراچی ۱۶ فروری ۲۰۰۰ء)

- برطانوی پالیسی ساز ادارے کرسچین ریسرچ کے مطابق ۲۰۲۲ء تک برطانیہ کے ۴ ہزار چرچ بند ہو جائیں گے۔ (نوائے وقت، کراچی ۱۵ مارچ ۲۰۰۰ء)
- مشہور مستشرق برنارڈ لیوس نے پٹن گوئی کی ہے کہ ۲۱ ویں صدی کے اختتام یعنی ۲۰۹۰ء تک سارا یورپ مسلم اکثریتی علاقہ بن جائے گا۔ (نوائے وقت، کراچی ۱۹ جون ۲۰۰۵ء)

مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی اور بنیاد پرستی کا جو عالمی پروپیگنڈا ہو رہا ہے اس سے خیر کا یہ پہلو برآمد ہوا ہے۔ مغرب میں اسلام کو سمجھنے اور پھر قبول کرنے کا رجحان بڑھا ہے۔ اس وقت جاپان سمیت امریکا اور یورپ میں مقامی عیسائی آبادی کے قبول اسلام کے واقعات تیزی کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں جس میں ان کے نمایاں اور ممتاز افراد بھی شامل ہیں۔

- یورپی نوجوانوں میں اسلام سے دل چسپی کا رجحان بہت بڑھا ہے۔ اس لیے یورپی ممالک کو

**اسلام قبول کرنے والے مسلمانوں کی تعداد**

(نوائے وقت ۲۰۰۵ء)

- فرانس اور برطانیہ میں گذشتہ ۱۰ برسوں کے اندر ایک لاکھ سے زیادہ مقامی افراد نے اسلام قبول کیا ہے۔ (جنگ، کراچی ۱۶ فروری ۲۰۰۰ء بحوالہ ایک فرانسیسی جریدہ)
- امریکی عیسائیوں میں قرآن پاک کے مطالعے کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ (نوائے وقت، کراچی ۴ جون ۲۰۰۵ء)

○ امریکا میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ ہے جب کہ ہر سال ۶ فی صد کے حساب سے ۲۰ ہزار لاطینی امریکی اسلام قبول کر رہے ہیں (نوائے وقت، کراچی ۷ فروری ۲۰۰۵ء)۔ واضح رہے کہ شمالی امریکا میں لاطینی امریکیوں کی بھی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔

- فرانس میں مساجد کی تعداد ۴ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ تحقیقی ادارے اسلام آرکائیوز سنٹرل انسٹی ٹیوٹ نے تخمینہ پیش کیا ہے کہ ۲۰۳۶ء تک مسلمان جرمنی کی اکثریتی آبادی بن

جائیں گے۔ گلاسگو یونیورسٹی برطانیہ میں مذہبی مطالعے کی پروفیسر نکول بورگ کا کہنا ہے کہ وہ تنہا گلاسگو کے علاقے میں ۱۲۰۰ ایسے افراد کو جانتی ہے جنہوں نے عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کیا ہے۔ (نوائے وقت، کراچی، ۵ مارچ ۲۰۰۰ء)

○ آسٹریلیا کی ایک نو مسلم خاتون عائشہ نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ یہاں ہر ہفتے آپ کو ملک بھر سے نئے لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی خبریں سنائی دیتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آسٹریلیا میں مسلمان ہونے والی ۸۰ فی صد تعداد خواتین کی ہوتی ہے۔ (مضمون از پال لمیا تھا کس، جنگ سنڈے میگزین، ۱۲۹ اپریل ۲۰۰۰ء)

مغرب میں مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کا ایک لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ عیسائیوں کی تہذیب و ثقافت پر مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اثر انداز ہو رہی ہے۔ یورپ اور امریکا کے ہر بڑے شہر میں مسجدوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور بلند ہوتے ہوئے مینار جابجا اسلامی اثرات کو نمایاں کر رہے ہیں۔ وہاں سڑکوں پر اسکارف پہنی خواتین اور دائی ٹوپی والے مرد زیادہ نظر آنے لگے ہیں۔ دکانوں پر عربی اور دوسری مشرقی زبانوں کے بورڈ بھی پہلے سے زیادہ آویزاں نظر آتے ہیں۔ اُردو اور عربی اخبارات و رسائل کی اشاعت میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے۔ مسلم آبادی کے بڑھتے ہوئے دباؤ کے باعث اب وہاں مقامی اور ریاستی حکومتوں میں مسلم شخصیات کی تعداد بڑھ رہی ہے جب کہ ایوان عام اور ایوان بالا میں بھی مشرقی و نو مسلم افراد نشستیں حاصل کر رہے ہیں۔ حال ہی میں امریکی کانگریس میں ایک نو مسلم فرد نے قرآن پاک پر حلف اٹھانے کا تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔ نوائے وقت (کراچی، ۲۱ مئی ۲۰۰۰ء) کی ایک خبر کے مطابق فرانس میں پہلی بار ایک مسلمان خاتون وزیر نے حکومت میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اس خاتون کا تعلق شمالی افریقہ سے ہے۔ لہذا جیسے جیسے ان ممالک میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا، مرکزی حکومتوں اور سینٹ و کانگریس میں ان کی نمائندگی کا تناسب بھی بڑھتا چلا جائے گا۔

مسلم آبادی میں اضافے کی وجہ سے مغرب میں عملی، دعوتی اور اسلام پسند نوجوانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگا اور ان کے اثرات وسیع ہوں گے۔ لہذا مغرب جو یہ خدشہ ظاہر کر رہا ہے